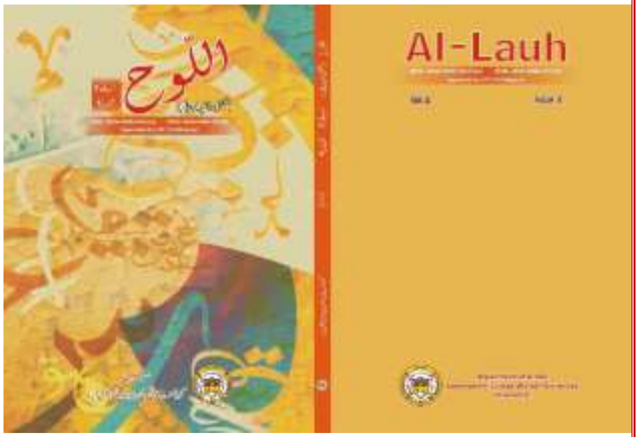

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Al-Lauh

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2618-088X. (E) 2618-0898

Project of **Govt. College Women University Faisalabad,**

Madina Town, Faisalabad, Pakistan.

Website: www.allauh.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: Euro Pub, Journal Factor, DRJI, Urdu Jaraid, Asian Research Index

TOPIC

نئی نسل میں اخلاقی اقدار کا انحطاط: قرآن وسنت کے نقطہ نظر سے اسباب وسدباب

The Erosion of Moral Values in the New Generation: Causes and Remedies from the Perspective of the Quran and Sunnah

AUTHOR

1. Umair Liaqat, Research Scholar.
2. Dr. Uzma Saffat, Assistant Professor, GCU, Lahore.

How to Cite: https://allauh.pk/

https://allauh.pk/index.php/allauh/issue/view/4

Vol. 2, No.2 || July–December 2023 ||

Published online: 31-12-2023

نئی نسل میں اخلاقی اقدار کا انحطاط: قرآن وسنت کے نقطہ نظر سے اسباب وسدباب

The Erosion of Moral Values in the New Generation: Causes and Remedies from the Perspective of the Quran and Sunnah

عمیر لیاقت[1]　　　ڈاکٹر عظمیٰ صفت[2]

Abstract:

Islam is a complete manual for life. Therefore, Islam wants to see the personality of every human being complete and worthy. Therefore, the importance of ethics is not hidden from anyone. Morality is the innermost being of a person and sometimes it affects his own life and the lives of others more than his outward appearance. This scholarly work delves into the concerning issue of the dwindling moral values within the new generation, seeking to identify the root causes and explore potential remedies. Drawing inspiration from the sacred texts of the Quran and Sunnah, this study aims to shed light on how these venerable sources provide guidance and solutions to address the moral decline in contemporary society. Through a comprehensive analysis of the problem and insights from Islamic teachings, this research endeavors to contribute to the restoration of moral values among the youth.

Keywords: Moral values, new generation, causes, treatment, Quran, Sunnah, remedies.

تمہید:

اخلاق کی اہمیت کسی سے چھپی نہیں ہے۔ اخلاق انسان کا باطن ہے اور بعض دفعہ یہ اس کے ظاہر سے بڑھ کر اس کی اپنی اور دوسروں کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انسان کا باطن ہی اس کے کردار کو اعلیٰ بناتا ہے۔ اس لیے دین اسلام اخلاق کی اہمیت کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اسلامی شریعت کا پہلا ماخذ قرآن مجید ہے۔ اسلام کے تمام احکامات اور اصول قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں اور یہ ہماری راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ عقائد ہوں، عبادات ہوں یا معاملات تمام اس میں ہی موجود ہیں۔ باقی باتوں کے ساتھ ساتھ اس میں اخلاقی پہلوؤں کا بھی تفصیل سے ذکر ہے۔ قرآن مجید اخلاق کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اسلام میں عقائد و عبادات کے بعد تیسرا درجہ اخلاق کا ہے۔ اخلاق کے حوالے سے جس طرح قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی طرح سے احادیث نبویہ ﷺ میں بھی اخلاق کی تفصیل ملتی ہے۔ اخلاق انسان کے کردار میں اور اس کے کردار کی اچھی تشکیل میں بہت اثر انداز ہوتے ہیں۔ جہاں ہمارے لیے اچھے اخلاق کو اپنانا ضروری ہے وہی ہمارے لیے یہ بھی اہم ہے کہ ہم ان برائیوں سے دور رہیں جو کہ ہمارے اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہیں۔ آج ہمارا معاشرہ ان مسائل کا شکار ہے اس لیے ان سے دور

رہنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہماری زندگی کی بہتری کی طرف آ سکتی ہے اور ہماری زندگی سے یہ اخلاقی برائیاں مکمل طور پر ختم ہو سکتی ہیں۔

اخلاق کا معنی و مفہوم:

اخلاق کا مصدر خ۔ ل۔ ق ہے۔ اخلاق خلق کی جمع ہے۔ طبعیت، عادت اور کردار اس کے معنیٰ میں آتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے کہ خلق کے معنی دین، طبیعت، فطرت اور یہ انسان کی اندرونی کیفیت ہے اور اس کو اس کے اوصاف اور مخصوص معنیٰ کو خلق کہتے ہیں جس طرح کہ اس کی ظاہری شکل خلق کہا جاتا ہے۔[۱]

حضرت شاہ ولی اللہ اخلاق کی تعریف یوں کرتے ہیں:

خلق انسان کی اس کیفیت کا نام ہے جو اس کی طبیعت کے مختلف اوصاف و حالات کو جدوجہد کر کے اپنی جانب راجع کرے۔[۲]

قران مجید ان تمام اخلاقی پہلوؤں کو بیان کرتا ہے جن کی ایک انسان کے کردار کی تشکیل میں بہت ضرورت ہوتی ہے ہم قران کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو میں اس میں مختلف مقامات پر مختلف اخلاقی پہلوؤں کا بیان ملتا ہے جیسا کہ صبر کے معنی موت بیماری اور فقر جیسی مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لیے جاتے ہیں اسلام میں صبر کا مفہوم اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے جسے اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ صدموں اور ناگواریوں کو برداشت کرنا اور ناموافق حالات میں بھی حق اور سچائی پر مضبوطی سے قائم رہنا اور نیکی کی راہ پر مسلسل چلتے رہنا یہ صبر ہے۔.

اسی طرح سے ہم سب جانتے ہیں کہ انسان جب سچائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کے کردار بھی صاف ہو جاتے ہیں سچائی میں دل کی سچائی اور عمل کی سچائی کا بھی دخل ہے دل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغا فریب نہ ہو اور عمل میں یہ ہے کہ جو عقیدہ اور قول ہو وہی عمل بھی ہو انسان کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہ ہو۔

شرم و حیا اور عفت و پاکدامنی بھی ان اخلاقی وصاف میں سے ہے جن پر قران مجید نے خاص طور دیا ہے اور اس کی ضد بے حیائی سے بچنے کی سخت الفاظ سے تاکید کی ہے۔

اسلام ایک حیا پسند دین ہے اور اس لیے ہمیشہ سے اسلام نے حیا کی ہی تعلیم دی ہے قران مجید ہمیں بار بار حیا کا درس دیتا ہے تاکہ ہم اس سے نصیحت پکڑیں اور اپنی زندگیوں میں حیا کو عام کریں اور بے حیائی کو دور کر لیں کیونکہ اج کل نسلوں میں جو بھی اخلاقی برائیاں پائی جاتی ہیں ان کی ایک بڑی وجہ بے حیائی کا عام ہو جانا ہے اس بے حیائی میں صرف نظروں کی بے حیائی نہیں بلکہ ہر طرح سے ہر معاملے میں انسان چونکہ بے حیا ہو چکا ہے اور اس کو اپنے رب کی طرف سے بھی کوئی ڈر نہیں رہا کوئی پردہ نہیں رہا تو اس حوالے سے بھی اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح سے عدل و انصاف کسی بھی معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کے لیے بہت اہم تصور ہوتے ہیں اخلاقیات کی زبان میں عدل و انصاف کے معنی ہیں ہر شخص کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جس کا وہ اصل حقدار ہے عدل و انصاف کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں کے ساتھ ہے اس میں انسان کی ماشرتی معاشی انفرادی و اجتماعی سیاسی عدالتی انتظامی تمام طرح کی زندگی کے امور اجاتے ہیں اللہ تعالی عدل کرنے والی ذات ہے اس لیے اللہ تعالی نے بھی لوگوں کو عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

اخلاقی مسائل:

اخلاق انسان کے کردار میں اور اس کے کردار کی اچھی تشکیل میں بہت اثر انداز ہوتے ہیں۔ جہاں ہمارے لیے اچھے اخلاق کو اپنانا ضروری ہے وہی ہمارے لیے یہ بھی اہم ہے کہ ہم ان برائیوں سے دور رہیں جو کہ ہمارے اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہیں۔ اخلاقی مسائل دور قدیم سے ہی موجود ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی آتی رہی ہے اور جیسے جیسے معاشرہ ترقی کر رہا ہے اس میں جدیدیت آ رہی ہے اسی طرح سے اخلاقی مسائل بھی جدید ہو رہے ہیں۔ اخلاقی مسائل شروع میں اس قدر سنگین نہیں ہوتے اور اس وقت ان کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے لیکن کچھ ایسے مسائل بھی ہیں جو کہ بہت سنگین ہو جاتے ہیں اور ان کا اشد حل بہت ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔ آج کی نسل نو میں جو اخلاقی مسائل موجود ہیں ان میں جھوٹ، فحاشی، غیبت، والدین کی نافرمانی اس طرح کے مسائل ہیں جو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری نسل نو کو بری طرح متاثر کر رہے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:-

ا۔ جھوٹ و دروغ گوئی:

جھوٹ بدترین گناہوں اور سنگین عیوب میں سے ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی قباحت اور برائی کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ جھوٹ نہ صرف گناہ کا سبب بنتا ہے بلکہ یہ انسان کے اخلاق کو بھی برا کر دیتا ہے انسان کے اخلاق ہی اس کو بلند کرتے ہیں اور اچھے اخلاق والوں کے حوالے سے قرآن و حدیث میں جو جو بیان ہوا ہے اس کا ذکر ہم پہلے باب میں کر چکے ہیں۔ سب سے پہلے تو اس بات کا دیکھنا ضروری ہے کہ جھوٹ کس قدر قدیم ہے اور اس کو برا سمجھنا کیا دور قدیم میں بھی ملتا ہے یا نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ جھوٹ کو برائی اور قباحت ہی سمجھتے تھے اس لیے اس وقت کی تعلیمات ہمیں جھوٹ سے دور رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔ اس لیے اس پر کوئی شک نہیں کہ یہ ایک قدیم اخلاقی مسئلہ ہے ہمارے سامنے سب سے پہلے بنیادی سوال یہ ہے کہ آخر انسان جھوٹ کیوں بولتا ہے وہ کون سی وجوہات یا اسباب ہوتے ہیں جو کہ انسان کو یا خاص کر آج کل کی نسل نو کو جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

سب سے پہلے حفاظت کے لیے کبھی کبھار انسان جھوٹ بولتا ہے تاکہ اپنے یا دوسرے لوگوں کو کسی خطرے یا مشکل حالات سے بچا سکے یہ بعض صورتوں میں تو قابل قبول ہو سکتا ہے کہ جب حالات ایسے برے ہوں کہ جھوٹ کے علاوہ کسی اور طریقے سے انسان خود کو نہ بچا سکے لیکن اس کی اجازت عام حالات میں نہیں دی جا سکتی۔ بعض دفعہ اور خاص کر بچوں میں ایسا ہوتا ہے کہ وہ کچھ ایسا کام کر دیتے ہیں کہ ان کو ڈر ہوتا ہے کہ ان کے والدین ان پر غصہ کریں گے یا ان کو سزا دیں گے تو ایسی حالتوں میں بچے بھی جھوٹ کا سہارا لیتے

ہیں۔ کوئی برائی یا ایسا نقصان جو کہ حقیقت میں ان سے ہوا ہوتا ہے وہ اس کا الزام کسی دوسرے پر لگا دیتے ہیں تا کہ وہ خود کو بچا لیں۔ اس کی بنیادی وجہ والدین کا ڈر ہوتا ہے اسی طرح بعض دفعہ انسان کسی مشکل میں پڑ جاتا ہے یا اس کو کوئی مسئلہ در پیش اتا ہے تو ایسی صورت میں وہ خود کو نقصان سے بچانے کے لیے بھی جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے۔

اگر صرف بچوں کی حد تک بات کی جائے تو میرے خیال میں زیادہ تر اخلاقی برائیوں کی ایک بڑی وجہ دباؤ ہے اور یہ دباؤ مختلف صورتوں میں بچوں پر ہوتا ہے۔ والدین کا کردار اس میں سب سے اہم ہے کیونکہ موجودہ معاشرے میں والدین خود اس قدر جھوٹ میں مبتلا ہیں کہ بچے بھی ان سے یہی تربیت ہی حاصل کرتے ہیں۔ جب ایک بچہ اپنی ماں یا اپنے باپ کو جھوٹ بولتے دیکھتا ہے تو وہ بھی اس عادت میں پڑ جاتا ہے۔

۲۔ شراب اور منشیات:

اللہ تعالی نے انسان کو دین اسلام کی شکل میں ایک ایسی شریعت عطا کی ہے جو کہ ہر شعبے میں نہ صرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے بلکہ اس کی زندگی میں آسانیاں بھی پیدا کرتی ہے۔ اسلامی شریعت نے انسان کی جان، مال، اس کی عزت، عقل، نسل کے تحفظ کے لیے جو اصول بتائے ہیں وہ ہمیں کسی اور دین میں نہیں ملتے۔ انسانی جان اور اس کی عقل کو نقصان پہنچانے والی اشیاء میں شراب و منشیات سر فہرست ہیں۔

عربی لغت میں ہے:

سكر الشخص من الشراب، غاب عقله وادراكه[۳]

اس کے معنی ہیں کہ فلاں آدمی پر شراب سے نشہ طاری ہوا یعنی اس کی عقل اور ادراک نے کام چھوڑ دیا۔ اس کی اصطلاحی تعریف ہے کہ کسی چیز کا وہ نشہ جس کی وجہ سے شرعی طور پر حرمت نجاست یا حد وغیرہ کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں نشہ آور اشیاء کئی نئی شکلوں میں آگئی ہیں لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اور فقہاء کی آراء میں ان سب کی حرمت بھی واضح طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کی جان اور عقل کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ شراب اور منشیات کے پھیلنے کی کئی وجوہات ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ دور حاضر میں مشرق و مغرب میں مسلمان دوسرے معاشرے کے لوگوں سے متاثر ہو رہے ہیں۔ مغربی معاشرے کا حال یہ ہے کہ ان میں یہ برائیاں خطرناک حد تک بڑھ چکی ہیں اگرچہ ان کے مذاہب میں ان برائیوں کی مذمت کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں سے ملنے جلنے اور ان کی مشابہت اختیار کرنے والے لوگ بھی ان بیماریوں میں پڑ چکے ہیں۔ ایسے میں ایک بڑا سبب جو شراب و منشیات کے پھیلاؤ کی وجہ بنتا ہے وہ ہماری عوام اور ہمارے حکام کا نیکی کے جذبے کو ترک کر دینا ہے۔ آج ہمارا قانون شریعت کے مطابق اگر ہو بھی تو اس پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ جو لوگ بھی ایسا کر رہے ہیں ان کو سزا نہیں ملتی۔ نسل نو اور خاص کر پاکستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے کی ایک کثیر تعداد شراب و منشیات کی عادی ہو چکی ہے اور اس کی وجہ ماحول کا ساز گار ہونا ہے۔

۳۔ غیبت اور بہتان تراشی:

غیبت یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کی وہ برائی بیان کرنا جو کہ اس میں پائی جاتی ہو۔ شریعت کے نزدیک غیبت یہ ہے کہ کسی کے برے وصف کو اس کی عدم موجودگی میں اس طور پر بیان کرے کہ اگر وہ سن لے تو اس کو ملال ہو، خاص زبان سے بیان کرے یا بذریعہ قلم یا بذریعہ کسی اعضا یا کسی اور طریقے سے خاکا فر ہو یا مسلم اگر ایسا عیب بیان کیا جو اس میں نہیں تو یہ تہمت اور بہتان ہے۔ (۴)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ نوجوانوں اور بچوں میں بھی یہ بیماری بری طرح پھیل گئی ہے اور وہ بھی اس سے متاثر ہو رہے ہیں اور ایسا اس لیے ہے کہ وہ جس ماحول میں پرورش پا رہے ہیں وہ اس بیماری سے بھرا ہوا ہے۔ گھر سے لے کر باہر تک روزمرہ کی زندگی میں جب بچے یہ سب ہوتا دیکھیں گے تو یقیناً ان پر بھی یہی اثر ہو گا۔ جب ایک بچہ اپنی ماں کو دوسروں کی برائیاں کرتا دیکھے گا اور وہ روز یہ سب ہوتا دیکھے گا تو پھر وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ غیبت کے اسباب بہت سارے ہو سکتے ہیں اور یہ عمر کے حوالے سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس میں سے چند جو اہم ہیں وہ یہ ہیں۔ اس میں سب سے پہلے غصے کو ٹھنڈا کرنا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہمارے اور کسی اور کے درمیان جس سے ہمارا پہلے تعلق ہوتا ہے جھگڑا ہو جاتا ہے اور بات چیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ہم محفلوں میں اس کی برائیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور جو عیوب ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہے وہ ہم لوگوں کو بتانا شروع کر دیتے ہیں تاکہ اس سے ہمارا غصہ ٹھنڈا ہو سکے۔ اس کے بعد افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کل کے دوستوں کی مجالس غیبت کو پروان چڑھانے کا ایک ذریعہ بن چکی ہیں۔ ایسی مجالس میں لوگ دوسروں کی غیبت کرتے ہیں اور پھر مجلس والے بھی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نسل نو میں بھی یہ بہت زیادہ پایا جا رہا ہے خاص کر تعلیمی اداروں میں کہ جہاں پر کلاس روم میں یہی باتیں طالب علموں کے درمیان ہوتی رہتی ہیں۔ لوگ اس قدر ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں کہ جب کسی سے دوستی ختم ہو جائے پھر لوگوں میں اس کی برائیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اسے بدنام کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ گفتگو کے دوران کسی کا ذکر ہوتا ہے اور مجلس والے اس کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ فلاں آدمی بہت اچھا ہے اور اس میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں تو ایسے میں کچھ لوگ اسے برداشت نہیں کر پاتے اور وہ اس کی برائیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ وہ اس کا رتبہ گرا سکیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ سب وہ جو کر رہے ہیں یہ سراسر غلط بات ہے اور برائی کے علاوہ اس میں اور کچھ نہیں ہے۔

۴۔ والدین کی نافرمانی:

حقوق العباد میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے اور یہ اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق عبادت کے بعد جس حق کا ذکر کیا ہے وہ والدین کا ہے۔ والدین کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے ان کا مکمل ادب و احترام کیا جائے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اور ہمیشہ ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ قرآن وحدیث سے یہ بات بہت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ والدین سے حسن سلوک سے رزق میں فراوانی اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ جبکہ والدین کی نافرمانی کرنے والا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر وہ جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک نہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور یہ ناراضی اس کی دنیا و آخرت دونوں برباد

کرتی ہے۔ اس لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم والدین کے حقوق کا پورا خیال رکھیں اس معاملے میں قرآن و سنت سے ہمیں جو رہنمائی ملتی ہے اس کی روشنی میں اپنے رویوں کو درست کریں اور اپنے کردار کی تعمیر نو کریں۔ والدین کی اطاعت ایک بہت بڑا اخلاقی مسئلہ بن چکا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی پیدائش سے اس کی پرورش تک اس کا سب ذمہ والدین تو اٹھاتے ہیں لیکن جب والدین کو اپنی اولاد کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بالکل بھی ایسا نہیں کرتے۔ شریعت نے والدین کا جو مقام بتایا ہے اس کے بعد ان کی نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ سوائے ان معاملات میں جہاں وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرنے کا کہے اس کے علاوہ اور ان کی فرمانبرداری ہر بات پر لازم ہے۔ انسان اپنے والدین کی نافرمانی کیوں کرتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین کو ان کا اچھا برا نظر آتا ہے اور جب وہ اسے کسی برائی سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر اولاد نافرمان ہوتی ہے اور وہ والدین کی اطاعت نہیں کرتی جس سے ان کی شان میں گستاخی ہوتی ہے۔ والدین کی نافرمانی کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اپنے کسی بھی نوعیت کے قول و عمل سے والدین کو رلانا اور ان کو پریشان کرنا، بلند آواز اور سخت قسم کی باتوں کے ذریعے سے والدین کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے مخاطب کرنا، والدین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، والدین پر حکم چلانا، والدین کی رائے کو اہمیت نہ دینا، لوگوں کے سامنے اپنے والدین کے عیوب و نقائص بیان کرنا اور پھر ان کی مذمت کرنا ، والدین کو گالیاں دینا اور ان پر لعنت کرنا، یہ وہ کچھ صورتیں ہیں کہ جس میں والدین کی نافرمانی کی جاتی ہے۔[۵] مسلم ممالک اور خاص کر پاکستان میں بھی اولڈ ایج ہومز میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ اور خاص کر عائلی زندگی کا حصہ کس قدر کمزور ہے اور کتنی پستی میں جا چکا ہے کہ وہ والدین جو ساری عمر اولاد کو پالتے اپنا سب کچھ ان پر لٹاتے ہیں اور جب ان کو سہارے کی محبت کی ضرورت ہوتی ہے تو اولاد ان کو بوجھ سمجھنے لگتی ہے اور ان کو ان اولڈ ایج ہومز میں ڈال دیتی ہے جہاں وہ بہت مشکل زندگی گزارتے ہیں۔

نسل نو کو والدین کی اطاعت کرنا اپنی توہین لگتا ہے اور ایسا محسوس ہونے کی وجہ ان کی بری صحبت ہے۔ ماحول کا ایسا ہونا جس میں وہ اپنا وقت گزارتے ہیں یہ سب ایسے رویے کی وجہ بنتے ہیں۔ اسلام نے والدین کو جو مقام عطا کیا ہے وہ کسی دوسرے مذہب یا کسی دوسرے معاشرے نے نہیں کیا۔ قرآن و حدیث اولاد کو والدین کے بارے میں ڈراتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ان سے حسن سلوک ہی کیا جائے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں سخت سزا کی وعید بھی سناتے ہیں کیونکہ اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس میں تمام کے تمام اخلاقی پہلوؤں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۵۔ عدم برداشت:

تحمل رواداری پر امن معاشروں کی عمارت کی بنیادی اینٹ ہے۔ جس معاشرے سے تحمل اور رواداری اٹھ جائے وہ انسانی معاشرے کم اور جنگلی معاشرے کا نقشہ زیادہ پیش کرتا ہے۔ ہمارے لیے لحہ فکریہ یہ ہے کہ عدم برداشت، تشدد، نفرت، تعصب، ظلم و عداوت پر مبنی رویے کیسے معاشرے میں پائے جا رہے ہیں۔ جو مسلم معاشرہ ہے جس کا تعلق یہ کیسے دین سے ہے جو جانوروں پر بھی رحم کا درس دیتا ہے ہمارا آج کل کا معاشرہ اس برائی میں بری طرح پھنس چکا ہے۔[۶]

آج دنیا میں تحمل اور بردباری سے محرومی یعنی عدم برداشت انسانی معاشرے میں خطرناک رخ اختیار کرتی چلی جا رہی ہے جس کے سبب وحشت اور دہشت کے سائے سنگین ہوتے جا رہے ہیں۔ ہجان خیزی کے باعث کہیں مذہب کو بنیاد بنا کر اور کہیں سیاسی گروہ بندی کے حوالے سے تشدد کا رجحان فروخت پا رہا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں بچوں کے معمولی جھگڑے جو

کہ نسل نو میں آج کل عام ہو چکے ہیں۔ خاندانوں کی بربادی کی وجہ بننے والے مسئلے آج کل عام ہو چکے ہیں۔ مذہب سے بیگانگی اور دین سے دوری کا سبب لوگ راہ عمل کی بجائے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں عدم برداشت و تشدد پسندی کے حوالے سے مذہبی حلقے سب سے زیادہ عزم توازن کا شکار ہیں۔ دوسرے کے نقطہ نظر کو سننے اور برداشت کرنے کی ہمت ہم میں موجود نہیں رہی۔ رائے کے اختلاف کی حد تک تو بات قابل قبول ہے مگر عدم برداشت کی یہ انتہا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ماننے کے لیے تیار نہیں ایک گروہ دوسرے کی نفی کے لیے کوشاں ہے۔

۶۔ فحاشی و عریانی:

فحاشی کو سمجھنے کے لیے بے حیائی کا لفظ کافی ہے۔ یعنی حیا کا فقدان بے حیائی اور فحاشی ہے جبکہ حیا اس جذبے کا نام ہے جو منع کردہ امور تو کیا ان امور کو بھی ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جن کی واضح ممانعت نہیں آئی۔ حیا والا انسان اسی حیا کے باعث بہت سی برائیاں اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اس کے برعکس حیا تقوے سے بھی زیادہ لطیف ایک جذبے کا نام ہے۔ یعنی تقوی حرام اور ناجائز امور سے بچنے کا نام ہے مگر حیا اس سے بھی اگلا ایک مرحلہ ہے فحاشی قدیم زمانے میں بھی رہی ہے لیکن اس کا ذکر جدید مسائل میں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جو فحاشی کا دائرہ کار آج ہے وہ پہلے نہیں تھا۔ آج فحاشی کی کئی صورتیں ہیں اور آج کا معاشرہ اس برائی کا زیادہ شکار ہے فحاشی کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے اور اس کا اظہار مختلف انداز اور اعضاء سے کیا جاتا ہے۔ زبان کے ذریعے سے فحاشی سب سے زیادہ عام ہے اس میں یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے ایسی باتیں کرے۔ جو کہ فحش اور حیا کے خلاف ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باصورتوں میں وہ بات حقیقت ہو لیکن پھر بھی اس کو بیان کرنا بالکل بھی مناسب نہیں ہے گالیاں دینا یا کسی کو برا بھلا کہنا بھی فحاشی کے زمرے میں آتا ہے اس کے بعد زبان سے بے ہودہ اور بے کار گفتگو کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ آج ہم نسل نو کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر زبان کی فحش گوئی میں مبتلا ہیں لوگوں کو محض ہنسانے کے لیے بیہودہ اور ذومعانی گفتگو کی جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی برائیوں میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ان کے ذہنیت بھی اسی طرح سے نشو نما پاتی ہے۔

جو کہ معاشرے کے لیے ایک منفی بات ہے آنکھوں سے عریاں تصاویر فلموں ڈراموں نامحرم عورتوں کو دیکھنا یہ آنکھوں سے فحاشی کے زمرے میں آتا ہے اسی طرح آنکھوں سے ناجائز اشارے آنکھوں پر مختلف قسم کے پرکشش میک اپ اور ان کا استعمال یا نقاب کا پرکشش استعمال یا چشمے سے غلط مقاصد کا حصول یہ سب انکھ سے فحاشی سے متعلقہ امور ہے یعنی انکھوں کا غلط دیکھنا بھی فحاشی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلۡفَٰحِشَةُ فِي ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ(۸)

معذرت کے ساتھ نسل نو میں خاص طور پر یہ فحاشی بہت عام ہو گئی ہے ہمارے معاشرے کی خواتین دوسرے ممالک کی تہذیب سے اس قدر متاثر ہو گئی ہیں کہ ان کا لباس بھی اس قدر ہی قابل اعتراض ہوتا جا رہا ہے ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کسی اسلامی ملک میں ہیں کیونکہ جو قوانین اسلام ہمیں سکھاتا ہے وہ حیا کے پاسداری کے ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں خاص کر خواتین کے لباس کے حوالے سے اس وقت جو حالت ہے وہ بہت ہی بری ہے۔ خواتین کا حصہ لباس پہننا یقینا مکمل نہیں تو فحاشی کے پھیلنے کی ایک سبب تو ضرور

ہے اس سے پھر دوسرے لوگ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں جو کہ پھر ایک انفرادی سے اجتماعی برائی کا ذریعہ بنتے ہیں اس لیے اس معاملے میں بھی تربیت کی ضرورت ہے ان لوگوں کی رہنمائی کی ضرورت ہے جو کہ ایسے معاملات میں پڑ چکے ہیں اور اس کو بالکل برا نہیں سمجھتے اس ضروری نہیں کہ عریاں لباس پہننے والی خواتین کے جذبات بھی برے ہوں ممکن ہے کہ وہ دلی طور پر پردہ اختیار کرنے والی خواتین سے زیادہ پاک باز ہوں مگر حدیث کے پیش نظر باطنی معاملات کے ساتھ ساتھ ظاہری معاملات کو بھی درست رکھنا ضروری ہے۔ ان کی نیت ممکن ہے اچھی ہو مگر انہوں نے برے ذہن کو خوراک تو مہیا کر دی اور ان کے جذبات کا بھڑکانا اور فحاشی میں حصہ لینا اور یہ بھی ایک جرم ہی ہے کہ جانے میں ایسا کیا جائے جس سے فحاشی پھیلے۔ فحاشی کے فروغ میں خواتین کے ساتھ ساتھ نسل نو کے نوجوان بھی شامل ہیں نوجوان طبقے کو بھی تنگ اور باریک لباس پہن کر فحاشی کو فروغ نہیں دینا چاہیے فحاشی کیسا گناہ ہے جس کی ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی صورتیں بھی ہیں اس لیے اللہ تعالی نے ظاہری اور پشیدہ دونوں طرح کی فحاشیوں کو حرام قرار دیا ہے۔

۷۔ ہم جنس پرستی:

انسان ایک فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور جب انسان اسی فطرت کے مطابق زندگی گزارتا ہے تو وہ زندگی خوشحال ہوتی ہے یہ زندگی کے تمام معاملات میں ہوتا ہے۔ اسلام نے انسان کو اس کی فطرت کے عین مطابق زندگی کے اصول سکھائے ہیں اللہ تعالی ہر شے کا خالق و مالک ہے اس لیے خالق سے بہتر کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس کی مخلوق کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ ہر نفس کی طرح اس کو بھی موت آنی ہے لیکن اس کے بعد اس کی اولاد کے ذریعے انسانیت کا دستور چلتا رہتا ہے انسانی نسل کی افزائش کا ایک ہی طریقہ ہے جو کہ میاں بیوی کے تعلق سے شرعی بنتا ہے اور میاں بیوی کیونکہ عقد نکاح کے بعد ایک دوسرے کے حلال ہوتے ہیں اس لیے ان کا تعلق پاک ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانی نسل کی افزائش جس عمل سے ہوتی ہے اس سے ہی انسان کی جو جسمانی ضروریات ہیں وہ بھی پوری ہوتی ہیں اور یہ ضروریات انسان کے اندر فطری طور پر موجود ہوتی ہیں ایک خاص عمر کے بعد جب بچے بالغ ہو جاتے ہیں تو ان میں یہ ضروریات پیدا ہوتی ہیں جس کو اسلام نے حلال طریقے سے یعنی نکاح کے ذریعے پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک مرد اور عورت کا یہ تعلق یا راستہ اختیار کیا جائے تو وہ بالکل ناجائز ہے اور یہ حرام ہے کہ وہ فطرت کے خلاف کوئی عمل کرے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

أَتَأْتُونَ ٱلذُّكْرَانَ مِنَ ٱلْعَٰلَمِينَوَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَٰجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ

قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل:

قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے اور اس میں ہی تمام لوگوں کے لیے رہنمائی ہے۔ یہ اللہ تعالی کا خاص کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسی کتاب اور ایک ایسا دین اور انسان کو برائیوں سے بچنے کی راہ دکھاتا ہے قرآن مجید ہی ہماری مکمل اصلاح کرتا ہے اخلاقی مسائل انسان کے باطن کو خراب کر دیتے ہیں اور ہر ایک مسئلہ مختلف طرح سے انسان کی ذہنیت اور اس کے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے ہر مسئلے کو اہمیت سے دیکھنا اور اس کا حل تلاش کرنا ضروری ہے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید کی روشنی میں

۱۔ فحاشی و عریانی:

فحاشی ایک بہت بڑی اخلاقی برائی ہے اور یہ انسان کے باطن کو اس کے کردار کو بہت نقصان پہنچاتی ہے اس سے انسان حیا اور پاکیزگی سے دور ہو جاتا ہے اور اس کی انکھوں سے شرم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے کئی مقامات پر فحاشی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۹)

یہ مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ شیطان کے ایجنٹوں کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو یہ بات اچھی طرح سمجھ لو یہ شیطان جب بھی بولے گا وہ انسان کو برائی کی طرف ہی بلانے کے لیے بولے گا وہ کبھی نیکی اور بھلائی کے راستے پر نہیں بلاتا شیطان نے ہمیشہ انسان کو گمراہ کیا ہے۔ اور یہ اس کا اولین کام ہے کسی بھی معاشرے میں جب بے حیائی پھیلتی ہے تو اس سے شیطان کو خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس بے حیائی کی وجہ سے ہی پھر مزید برائیاں لوگوں میں پروان چڑھتی ہیں۔ معاشرے میں مزید بگاڑ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔

۲۔ جھوٹ و دروغ گوئی:

کسی بھی انسان میں پائے جانے والی خصلتوں اور عادتوں میں سے سب سے بری خصلت اور عادت جھوٹ بولنا ہے یہ اتنی بری خصلت ہے کہ جس میں بھی پائی جائے اس انسان کو انتہائی معیوب اور ناقابل اعتبار بنا دیتی ہے کہ کوئی بھی پھر اس انسان کی بات کا یقین کرنے اور اس کو ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں اس انسان کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اسلام نے انسان کو وہ اصول بتائے ہیں جو کہ اس کو معاشرے کا اچھا فرد بناتے ہیں اور اس لیے اسلام نے جھوٹ کی بھی مذمت کی ہے اور اس حوالے سے قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلرِّجْسَ مِنَ ٱلْأَوْثَـٰنِ وَٱجْتَنِبُوا۟ قَوْلَ ٱلزُّورِ (۱۰)

۳۔ حسد و جلن:

آج کا نوجوان خود کو حاسد بنا چکا ہے اس کی ذات میں اس قدر حسد آ چکا ہے کہ وہ دوسروں کو نعمتوں کے ساتھ دیکھ کر افسوس کرتا ہے اور ان کے لیے خود کو حسد سے بھر لیتا ہے۔ یہ بھی ایک ایسی خصلت ہے جس نے معاشرے اور خاص طور پر نسلوں کو بہت بری طرح متاثر کیا ہے اور دن بدن معاشرے میں اس کا پھیلاؤ بڑھتا جا رہا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۖ فَقَدْ ءَاتَيْنَآ ءَالَ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَءَاتَيْنَـٰهُم مُّلْكًا عَظِيمًا (۱۱)

اس آیت کی تفسیر میں سید مودودی لکھتے ہیں یعنی اپنی نااہلی کے باوجود اللہ کے جس فضل جس ان کی اس خود لگائے بیٹھے تھے اس سے جب دوسرے لوگ سرفراز کر دیے گئے اور عرب کے امیوں میں ایک عظیم الشان نبی کے ظہور سے وہ روحانی اور اخلاقی اور ذہنی عمل زندگی پیدا ہو گئی جس کا لازمی نتیجہ عروج و سربلندی ہے تو اب یہ اس پر حسد کر رہے ہیں اور یہ باتیں اسی حسد کی بنا پر ان کے منہ سے نکل رہی ہیں دراصل اس میں آخری نبی کے انعام کا ذکر ہے جو کہ عرب میں ظہور پذیر ہوئے جس پر یہودی حسد کرنے والوں میں سے ہو گئے آج بھی یہی ہو رہا ہے حاصد جب دیکھتا ہے کہ کسی دوسرے کو اللہ تعالی کا فضل حاصل ہوا ہے تو وہ اس کو برائی اور دکھ کی نظر سے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ (۱۲)

اور اس کے دل میں حسد آجاتا ہے۔ یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ کس طرح یہود حسد کیا کرتے تھے لیکن افسوس کے ساتھ آج کا مسلمان بھی اسی میں مبتلا ہے ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حسد سے کام لے کے اس کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی خوشی میں خوش ہو نہ کہ اس کے لیے برا سوچے اسلام نے ہمیں صبر اور شکر کرنا سکھایا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (۱۳)

۴۔ غیبت و بہتان تراشی:

انسان کے مختلف اعضاء ہیں جن میں سے ایک زبان بھی ہے زبان کی تباہ کاریوں میں جھوٹ سر فہرست ہے جس کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ اسی طرح زبان کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان زبان سے غیبت کرے ہمارا المیہ آج یہ ہو چکا ہے کہ ہم نے گناہ کو معمولی سمجھ لیا ہے اور اس لیے ہم ہر گناہ کو بس کرتے چلے جا رہے ہیں بغیر اس کی سوچ کے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہوا ہے اور اس کی کتنی سزا ہو سکتی ہے غیبت کرنے کو بھی ایک معمولی سا گناہ سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا گناہ اور جرم ہے جس کی سزا بہت زیادہ سخت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا۟ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (۱۴)

سید مودودی لکھتے ہیں کہ لوگوں کے راز نہ ٹٹولو، ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، دوسروں کے حالات اور واقعات کی تلاش میں نہ رہو، یہ حرکت خواہ بدگمانی کی بنا پر کی جائے یا بدنیتی سے کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر کی جائے یا محض اپنا تجسس دور کرنے کے لیے کی جائے ہر حال میں شرعا ممنوع ہے ایک مومن کا یہ کام نہیں کہ دوسروں کے جن کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس کی کھوج

کرے اور پردے کے پیچھے جھانک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کس میں کیا عیب ہے اور کس کی کون سی کمزوریاں چھپی ہوئی ہیں۔(۱۵) لوگوں کے نجی خطوط پڑھنا دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سننا ہمسایوں کے گھروں میں جھانکنا اور مختلف طریقوں سے دوسروں کی زندگی یا ان کے ذاتی معاملات کو دیکھنا ایک بہت بڑی بد اخلاقی ہے جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں تجسس کی ممانعت ہے۔

اس لیے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے ایوب کو ظاہر کرے اور پھر بعد میں ان کی تشہیر کرے یا اخلاقی برائی ہے۔

احادیث کی روشنی میں:

شریعت اسلامی کے دو بنیادی ماخذ ہیں قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ قرآن مجید نے جو اصول اور احکامات بتائے ہیں اس کی عملی تصویر ہمیں رسول اکرم ﷺ کی زندگی سے ملتی ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہر انسان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے ہر طرح سے ایک عملی تصویر پیش کرتی ہے۔ باقی معاملات کی طرح اخلاق کے حوالے سے بھی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مکمل نمونہ ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلی ترین درجے پر فائز تھے اخلاقی مسائل کے حوالے سے آپ ﷺ نے وضاحت کے ساتھ تعلیمات دی ہیں جن پر عمل کر کے ہم بھی اپنے اخلاق کو اچھا بنا سکتے ہیں اور اگر ہم اخلاقی بلائیوں میں مبتلا بھی ہیں تو اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔

۱۔ جھوٹ و دروغ گوئی:

جیسا کہ ہم نے پہلے بات کی کہ جھوٹ کسی بھی انسان میں پائے جانے والی خصلتوں میں سے سب سے بری خصلت ہے۔ یہ عادت ایسی ہے کہ جب انسان اس میں پڑ جاتا ہے تو اس سے نکل نہیں پاتا ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے انسان کو بہت اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اس لیے انسان اس برائی میں دھنستا چلا جاتا ہے اور اس سے نکل نہیں پاتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (۱۶)

آپ ﷺ نے فرمایا، منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا (۱۷)

ان حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا منافقوں کا کام ہے۔ اللہ تعالی کے نیک بندے اور ایمان والوں کا یہ کام نہیں کہ وہ جھوٹ بولے اگر ہم ایسا پھر بھی کریں گے تو یقینا پھر ہم اس سزا کے مستحق ہو جائیں گے جو کہ جھوٹوں کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

جھوٹ ایک ایسا مرض ہے جو کہ انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور یہ ایک جھوٹ کی وجہ سے انسان پھر دوسری برائیوں میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔

۲۔ غیبت وبہتان تراشی:

غیبت بھی زبان سے کی جانے والی برائیوں میں سے ایک ہے غیبت کی اہمیت اس حوالے سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ ہے اس میں مبتلا ہے اور وہ اس کو برائی سمجھے بغیر ہی کرتا چلا جارہا ہے۔ لوگوں کو اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ غیبت کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا کتنی سخت ہے۔ دراصل دین سے دوری ہی ہمیں برائیوں میں مبتلا کرتی ہے اور ہم ان میں پھر پڑے رہتے ہیں اپنی اصلاح کا ہم نہیں سوچتے بلکہ ہم صرف اس برائیوں سے ہی لفظ اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ، ثُمَّ قَالَ : بَلَى ، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ، ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً ، فَقِيلَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا ، قَالَ : لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ إِلَى أَنْ يَيْبَسَا ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ : كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ ، وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ (۱۸)

رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مدینہ یا مکے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ (وہاں) آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنھیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جارہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ایک شخص ان میں سے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے (کھجور کی) ایک ڈالی منگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ ﷺ نے کیوں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس لیے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے۔

قبر ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں ہم نے جانا ہی جانا ہے کیونکہ ہر ایک کو موت آنی ہے۔ قبر کا عذاب کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ یہ کس قدر سخت ہو گا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب ملنے کی ایک وجہ یہ چغل خوری بھی ہے جس سے آج ہم نے اپنی زندگیوں کو روشن کیا ہوا ہے اور بغیر سوچے سمجھے کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔

۳۔ بے حیائی وبے پردگی:

آج بے حیائی کو ماڈرن خیالات کے نام سے تشہیر کیا جاتا ہے جبکہ یہ سوچ غلط ہے۔ جدید ہونے میں اور بے حیا ہونے میں بہت فرق ہے جیسے جیسے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا عام ہوا ہے اس نے لوگوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔ پاکستان میں بیٹھے لوگ دیکھ رہے ہیں کہ روز دنیا کے دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے معاشرہ کیسے ترقی کر رہا ہے یا پھر کون سے ایسے نئے رجحان ہیں جو معاشرے میں پائے جارہے ہیں۔ ایسے میں جب ہم دوسرے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ہماری ذات اور ذہنیت پر اس کا اثر ہوتا ہے کیونکہ یا تو

ہم ان سے متاثر ہو کر ان جیسا عمل شروع کر دیتے ہیں یا پھر ان کی نفی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آج ہمیں پاکستان کا معاشرہ دوسرے معاشروں سے متاثر ہوتا ہوا نظر آتا ہے چونکہ دوسرے ممالک میں یا دوسرے مذاہب میں حیا کا وہ تصور نہیں ہے جو کہ اسلام سکھاتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں ان کے لیے وہ کوئی گناہ اور برائی بھی نہیں ہے۔ تو ایسے میں وہاں پھیلتی ہوئی بے حیائی ہمارے معاشرے کو بھی متاثر کر رہی ہے۔ آج ہمارا معاشرہ بھی بے حیائی سے دوچار ہے کوئی مخصوص لوگ یا علاقہ اس سے متاثر نہیں بلکہ اس نے لوگوں کو ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے اسلام ہمیں نظروں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے، لیکن آج ہم بد نظری کرتے ہوئے نظر اتے ہیں اسلام ہمیں لباس میں احتیاط کا درس دیتا ہے لیکن آج ہمارا لباس جو منظر پیش کر رہا ہوتا ہے وہ اپ اور میں اچھی طرح سے جانتے ہیں اسلام ہمیں پاکیزہ رشتے عطا کیے اور ہمیں ان کی حدود کا بتایا لیکن آج ہم ان تعلقوں اور رشتوں کو بنانے میں مصروف ہیں کہ جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور جو کہ اسلام کے بتائے ہوئے احکامات کے خلاف ہے۔ اسلام نے ایمان کے ساتھ حیا کو شمار کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْه ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ(۱۹)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَعَبْدُ الرَّحِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ، وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ(۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حیاء ایمان کا ایک جزء ہے اور ایمان والے جنت میں جائیں گے اور بے حیائی کا تعلق ظلم سے ہے اور ظالم جہنم میں جائیں گے۔"

ان احادیث سے ہم پر یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ ایمان کا تعلق حیا کے ساتھ ہے بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ نہیں۔ جس میں آج ہماری نئی نسل ملوث ہے۔ آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہم شرم و حیا کو اپنائیں کیونکہ یہ ہماری کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ایک قوم جو کہ شرم و حیا رکھتی ہے وہ یقیناً ان قوموں سے خود کو ممتاز کرتی ہے، جہاں پر بے حیائی پائی جاتی ہے اسلامی تعلیمات کی کمی نے ہمیں ان سب سے دور کر دیا ہے اس لیے ہم اس بات کا علم نہیں رکھتے کہ حیا کی کیا اہمیت ہے اور یہ کتنا ضروری ہے کہ ہمارے معاشرے میں حیا ہو۔ ہماری سوچ میں ہم نے بے حیائی کو خوبصورت اور مشہوری کا ذریعہ بنا لیا ہے اور ان لوگوں کو بہت اچھے خیالات والا بنا دیا ہے جو کہ بے

حیائی کرتے ہیں برائی کو کرنا اور پھر اس برائی کا دفاع کرنا یہ ایک اور برائی ہے اس لیے ہمیں آج اس امر کی ضرورت ہے کہ آج ہم حیا کو اپنائیں اور بے حیائی کو خود سے دور کر لیں۔

۴۔ والدین کی نافرمانی:

آج ہماری نئی نسل کے بچے والدین کو اپنا غلام سمجھتے ہیں جہاں والد کو محض کمائی کا ذریعہ اور ماں کو ایک مفت میں کام کرنے والی سمجھا جاتا ہے چھوٹی عمر کے بچے اور نوجوان ماں باپ سے بدتمیزی سے بات کرتے ہیں اور ان کا حکم نہیں مانتے اگر وہ کسی برائی سے روکتے ہیں تو ان کو برا بھلا کہتے ہیں اس وجہ سے آج ہمارا معاشرہ اس قدر زوال پذیر ہو رہا ہے۔ کہ جو تعلیمات والدین کے حوالے سے اسلام نے ہمیں دی ہے وہ بالکل اس کے برعکس ہیں جو آج ہم اپنی زندگیوں میں کر رہے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ، فَقَالَ: إِنّ لِي امْرَأَةً، وَإِنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي بِطَلَاقِهَا، قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ(۲۱)

ایک آدمی نے ان کے پاس آکر کہا: میری ایک بیوی ہے، اور میری ماں اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے، (میں کیا کروں؟) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اگر تم چاہو تو اس دروازہ کو ضائع کر دو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو"

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ(۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔"

اس سے یہ ہے کہ اگر ہم ادب کریں گے تو اس سے ہمارا رب ہم سے راضی ہو گا اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے والد کو راضی کریں اور اس کی خدمت کریں اس کا احترام کریں۔ اللہ تعالی نے انسان کو سب سے پہلے جس شے کا پابند کیا ہے وہ اللہ کی عبادت ہے اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے اور اسے وہی عبادت کے لائق ہے اس لیے ایک مسلمان کی سب سے پہلی ذمہ داری اللہ تعالی کی عبادت ہے اس کے بعد جو دوسری چیز اللہ تعالی نے انسان کے لیے لازم کی ہے وہ والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ

مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ أَبُوكَ ، وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ ، حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ ، مِثْلَهُ(۲۳)

ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر تمہارا باپ ہے۔ ابن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوزرعہ نے اسی کے مطابق بیان کیا۔

یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے کہ جو لوگ والدین کا احترام کرتے ہیں اور ان کو موقع ملتا ہے کہ وہ والدین کی خدمت کر سکیں کیونکہ ان کے جانے کے بعد آپ کے پاس صرف افسوس اور ملال ہی رہ جاتا ہے۔ یہی بات آج کے نوجوان کو بتانے کی ضرورت ہے جو کہ ان سب باتوں سے فراموشی اختیار کر چکا ہے ہم نے دین کو محض مقدس کتاب سمجھ کر گھروں میں چومنے کے لیے رکھ دیا ہے۔ دنیاوی تعلیمات اور معاملات میں ہم اس قدر الجھے ہوئے ہیں کہ ہم بھول چکے ہیں کہ ایک مسلمان کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ کس لیے پیدا کیا گیا ہے ایک مسلمان کن چیزوں کا پابند ہے یہ سب ہم بول چکے ہیں اسی کا اثر ہمیں ہماری اولاد کی شکل میں نظر آرہا ہے جو کہ اپنے ہی والدین سے باغی نظر آتی ہے اور ہر بات پر ان سے بغاوت کر دیتی ہے لڑکیاں اپنی ماؤں کی نصیحت کو کوئی بھاؤ نہیں دیتی اور لڑکے اپنے باپ کے حکم کو ہوا میں اڑا دیتے ہیں والدین کو یہاں یہ دیکھنے کی بھی ضرورت ہے کہ کہیں انہوں نے بھی تو اس برائی میں حصہ نہیں ڈالا کیا انہوں نے بھی تو اپنے والدین کے ساتھ ایسا نہیں کیا بہت سے بچے جب اپنے بڑوں کو کچھ ایسا کرتے دیکھتے ہیں تو وہ بھی اسی طرز عمل کو اختیار کر لیتے ہیں۔ آج ہمیں بچوں کو اخلاقی طور پر سنوارنے کی ضرورت ہے ان میں اسلام کی تعلیمات کی عملی شکل بسانے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے زندگی آسان ہو سکتی ہے کیونکہ جو لوگ بھی والدین کی اطاعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کا خاص فضل پاتے ہیں۔

۵۔ ہم جنس پرستی:

حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ(۲۴)

جناب عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ (شعیب) اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نہ پڑھیں) تو انہیں اس پر مارو اور ان کے بستر جدا جدا کر دو۔"

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ۱۰ سال کی عمر کے بعد بچوں کا بستر الگ کرنے کی تلقین کی ہے جو کہ بہت ضروری ہے اس بیماری کا علاج یہی ہے کہ اسے شروع سے ہی پیدا نہ ہونے دیا جائے والدین کے چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو بغیر کسی شرم کے جنسی تعلیم دیں انہیں بتائیں کہ کن چیزوں کا خیال رکھنا ہے اور اگر کوئی ان کے ساتھ کوئی بری حرکت کرتا ہے تو وہ اپنے والدین کو بتائیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي عَمَلُ قَوْمِ لُوطٍ(۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل (اغلام بازی) ہے"۔

لیکن آج ہمیں خوف تو کیا بات کا احساس بھی نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اس کے علاج کے لیے جیسا کہ میں نے پہلے مسائل میں کہا ہمیں اپنے دین کی تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور لوگوں تک اسلام کی مکمل تعلیمات پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو یہ ادراک ہو جائے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور جس عمل میں وہ مبتلا ہے وہ کتنا برا ہے اور اس کی سزا کیا ہے۔

۶۔ زنا وبدکاری:

آج ہم اگر دنیاوی قانون کو دیکھیں تو ہمیں کسی بھی جرم کی نوعیت کا اور اس کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگ جاتا ہے کہ اس جرم کی کیا سزا ہے، زنا ایک ایسا جرم ہے کہ اسلام جو کہ ایک معافی کا سبق دیتا ہے اور اتنی مشکل سزائیں نہیں دیتا اس کے ہاں بھی اس کی سزا سنگساری اور کوڑے ہیں۔ ایسا کیوں ہے لوگ آج اسلام کی سزاؤں پر تنقید کرتے ہیں علی اگر انسان شعور کے ساتھ غور وفکر کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی سزائیں دینا لوگوں کو جرائم سے باز رکھنے کے لیے ہی ہے۔ زنا کی دو شکلیں ہیں یا تو انسان شادی شدہ ہوتا ہے یا غیر شادی شدہ دونوں صورتوں میں زنا کی سزائیں بھی مختلف ہیں جہاں تک نسل نو کا تعلق ہے تو اگرچہ چھوٹی عمروں میں ان کی شادیاں نہیں ہوتی لیکن آج کے جدید اور انٹرنیٹ کے منفی استعمال سے وہ بھی اس گندگی کی طرف آجاتے ہیں اور خاص طور پر نوجوان آج کل بہت زیادہ اس قبیح عمل میں مبتلا ہیں۔ زنا کے اسباب ومحرکات پر ہم پہلے بات کر چکے ہیں اس کی سنگینی ہی اس سے دور رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔ انسان فطری عمل سے وجود میں آیا ہے اور ہر انسان میں ہی نفسانی خواہشات ہوتی ہیں اور اسے حلال ذرائع سے پورا کرنا ہی ایک نیک زندگی کی علامت ہے سب سے پہلا حل تو جو زنا کے لیے ہے وہ اللہ تعالی کی ذات کا ڈر ہے۔ اللہ تعالی کا ڈر ہمیں اس برائی سے روک سکتا ہے کیونکہ اس بات پر کامل ایمان کہ اللہ تعالی ہر شے کو دیکھتا اور جانتا ہے یہ اس گناہ سے دور رہنے کے لیے بہت ضروری ہے زنا محض کو یہ اخلاقی برائی نہیں بلکہ ایک سنگین ترین جرم ہے جو کہ حیا اور قانون کے خلاف ہے رسول اکرم ﷺ نے اپنی احادیث میں اس کو واضح کیا ہے اور لوگوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ(۲۶)

میں علقمہ اور اسود (رحمھم اللہ) کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے ہم سے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نوجوان تھے اور ہمیں کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: نوجوانوں کی جماعت! تم میں جسے بھی نکاح کرنے کے لیے مالی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی بوجہ غربت طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔

اسلام نے ہمیں محض زندگی کے اصول بتائے نہیں ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کی زندگی بھی ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ تا کہ ہم اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں انسانی خواہشات کا ہونا ایک فطری عمل ہے اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا لیکن حلال و حرام کی تمیز کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ اس حدیث میں سب سے پہلے تو رسول اکرم ﷺ نے نوجوانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ آج ہم نے اپنے معاشرے میں نکاح کو اگرچہ بہت مشکل بنا دیا ہے لیکن اسلام نے اس میں ہمارے لیے آسانی رکھی ہے اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نکاح کوئی مشکل نہیں ہے اور حلال طریقے سے اپنی خواہشات کی تکمیل سے انسان کا کردار گندگی سے بچا رہتا ہے لیکن پھر بھی کوئی اگر اتنی مالی سکت نہیں رکھتا تو اس کو رسول اکرم نے فرمایا کہ وہ نکاح نہ ہونے کی صورت میں روزے رکھے۔

روزے کی حالت میں مسلمان پر کچھ پابندیاں ہوتی ہیں اور وہ سارا دن محتاط رہتا ہے اور ان حدود کو قائم رکھتا ہے جو روزے نے اس کے لیے بنائی ہے ایسے میں انسان ان نفسانی خواہشات پر بھی قابو رکھتا ہے جو کہ بعض دفعہ عام حالت میں اس پر حاوی رہتی ہیں۔ اس لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو جو کہ عمر میں ہوتے ہیں کہ نفسانی خواہشات کے عالم اس لیے روزہ ایک ایسا عمل ہے جس سے کہ ان کی حفاظت رہتی ہے۔ زنا کے معاملے میں ضروری نہیں کہ انسان صرف اس عمل سے ہی پرہیز کرے جو کہ زنا کہلاتا ہے بلکہ وہ عوامل جو کہ اس طرف لے جاتے ہیں ان سے بھی خود کو دور رکھنا چاہیے جیسے کہ بد نظری ایسا عمل ہے جو کہ زنا کی طرف لے جانے والا ہے۔ اسلام نے ہمیں اپنی نگاہوں کو حفاظت کرنے کا ان کو نیچا رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہی حیا کا تقاضا ہے کہ نامحرم کی طرف نگاہ کو نہ لے جایا جائے، آج ہمارے نوجوان جس بے تکلفی میں اختلاط میں رہتے ہیں اور جو ایک کلچر ان میں عام ہو گیا ہے۔ اس میں سختی کی ضرورت ہے کیونکہ جرم کو ہونے دینا اور اس سے منع نہ کرنا بھی ایک جرم ہی ہے نسل نو جو کیا جدیدیت کے نام پر کچھ بھی کرتی ہے اور وہ یہ سمجھتی کہ یہ سب ٹھیک ہے ایسے میں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے کیونکہ کوئی بھی گناہ ایسا نہیں ہے جو کہ اچھا ہو اور زنا تو اتنا بڑا گناہ ہے کہ جس کی سزا سنگساری رکھی گئی ہے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہو جانا چاہیے کہ یہ کتنا سنگین جرم ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِلَّا عَلَىٰٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُمۡ فَإِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُومِينَ (۲۷)

خلاصہ بحث:

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کا انحصار اچھے اخلاق و کردار پر ہوتا ہے جب تک کسی معاشرے کے لوگ اپنے اندر موجود اخلاقی برائیوں کو ختم نہیں کریں گے اور اچھے کردار اور اخلاق کا مظاہرہ نہیں کریں گے تب تک اس معاشرے میں امن و امان اور

سکون قائم نہیں ہو سکتا۔ اس مقالے میں ہم نے اخلاق کا تعارف اخلاقی مسائل اور ان کے حل کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں جو تعلیم ملتی ہے اس کے بارے میں بات کی ہے اخلاق کی اہمیت کا اندازہ ہمیں اس تحقیق سے ہوتا ہے ایک مسلمان کے لیے ان اصولوں پر عمل کرنا اور ان احکامات کی روشنی میں زندگی گزارنا جو کہ شریعت نے ہمیں سکھائے ہیں بہت زیادہ ضروری ہے۔ قرآن و حدیث سے ہمیں اخلاق کا ایک جامع تعارف ملتا ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعلیٰ اخلاق کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور ان برائیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے جو کہ اخلاق کو برا بناتی ہیں اگر ان مسائل کا ذکر کیا جائے جو کہ ہم نے بیان کیے ہیں تو ان پر کی جانے والی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ چاہے اس کا تعلق اخلاق سے ہو یا کسی بھی اور شعبے سے اس وقت زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے جب ہم اس کو مسئلہ سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں آج ہمارے معاشرے میں جو اخلاقی برائیاں ہیں جو کہ تیزی سے پھیل رہی ہیں۔

ان کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو برا ماننا چھوڑ دیا ہے۔ جن برائیوں کی قباحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر بتائی ہے ہم ان برائیوں کو اپنی روز مرہ کی زندگی کا حصہ بنا چکے ہیں اور ہمیں اس بات کا ادراک نہیں کہ وہ ہماری زندگیوں کے لیے کتنی خطرناک ہیں۔ جہاں تک اس تحقیق کی بات ہے تو اس کو لکھنے کا ایک مقصد ان برائیوں کی قباحت کا احساس پیدا کرنا ہے جو ہم بغیر سوچے سمجھے کر جاتے ہیں۔ قرآن و سنت میں ہمیں ہر بات کی راہنمائی ملتی ہے اس لیے ہمیں اپنی زندگیوں میں اس تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، بیروت، لبنان، ج:۱۲، ص:۱۲۰

۲۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج:۲، ص:۴۰۱

۳۔ احمد مختار عبد الحمید، معجم اللغتہ العربیہ المعاصرہ، عالم الکتب، طبع اول، ۱۴۲۹ھ، ۲/۱۰۸۳

۴۔ مولانا عبد الحئی، غیبت کیا ہے؟، مکتبہ عارفین، کراچی، ص:۱۳

۵۔ مولانا رحمت اللہ، والدین کی نافرمانی کا انجام، مکتبہ بیت السلام، لاہور، ص:۱۵

۶۔ ڈاکٹر عبد الرحمن محسن، برداشت کرنا سیکھیں، بیت السلام پرنٹنگ پریس، ص:۱۲

۷۔ النور ۲۴:۱۹

۸۔ الشعراء ۲۶:۱۶۵، ۱۶۴

۹۔ النور ۲۴:۲۳

۱۰۔ الحج ۲۲:۳۰

۱۱۔ النساء ۴:۵۴

۱۲۔ مودودی، سید ابو الاعلی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان قرآن، لاہور، ج:۱، ص:۳۶۱

۱۳۔ الفلق ۱۱۳:۵

۱۴۔ الحجرات ۴۹:۱۲

۱۵۔ تفہیم القرآن، ج:۵، ص:۷۹

۱۶۔ بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب ایمان کے بیان میں، باب علامتہ المنافق، رقم:۳۳

۱۷۔ مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب حسن سلوک صلہ رحمی ادب، باب قبح الکذب و حسن الصدق، رقم ۲۶۰۷

۱۸۔ بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب وضو کے بیان میں، باب من الکبار ان لا، رقم ۲۱۶

۱۹۔ بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب ایمان کے بارے میں، باب امور الایمان، رقم ۹

۲۰۔ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، کتاب نیکی اور صلہ رحمی، باب البر الصلاۃ، رقم ۲۰۰۹

۲۱۔ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، کتاب نیکی اور صلہ رحمی، باب البر الصلاۃ، رقم ۱۸۹۹

۲۲۔ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، کتاب نیکی اور صلہ رحمی، باب البر الصلاۃ، رقم ۱۹۰۰

۲۳۔ بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب اخلاق کے بیان میں، باب من احق الناس یحسن، رقم ۵۹۷۱

۲۴۔ داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب نماز کے احکام و مسائل، باب یومر الفلام بالصلاۃ، رقم ۴۹۵

۲۵۔ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، کتاب اغلام بازی کی سزا، باب حدود و تعزیرات، ۱۴۵۷

۲۶۔ بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب نکاح کے مسائل، باب ترغیب النکاح، رقم ۵۰۶۶

۲۷۔ المؤمنون ۲۳:۶